حج اور اس کے انفرادی اور اجتماعی فائدے

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

جذبۂ اطاعت و بندگی اپنی تکمیل کے بعد عشق و محبت کی منزل میں داخل ہوجاتا ہے۔ فریضۂ حج اسی کمالِ جذبۂ اطاعت اور خدا سے عشق ومحبت کا ایک ایمان افروز حقیقی مظاہرہ ہے۔

خدا کے لئے جان و مال کی قربانی، آرام و راحت سے کنارہ کشی، خاندان اور وطن سے بے تعلقی، یہ سب باتیں تعلق مع اللہ کا عملی ثبوت ہوتی ہیں اور فریضۂ حج ادا کرنے والا اس آیت کا صحیح مصداق نظر آتا ہے" والّذین آمنوا اشدَّ حبّاً للّٰہ "۱؎

"اور وہ لوگ جن کے دل نورِ ایمان سے معمور ہیں سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔"

اسی لئے پروردگار عالم نے اس شخص سے اظہارِ بیزاری کیا جوقدرت اور حالات کی سازگاری کے باوجود حج نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حج نہ کرنے والے کا دل مال ودولت، خاندان و وطن اور دنیا کی محبت سے تو لبریز ہے لیکن خدا کی محبت سے خالی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ الْعَالَمِينَ"۲؎

لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ لوگ جو خانہ کعبہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتے ہیں وہ اس کا حج کریں اور جس نے (استطاعت کے باوجود) حج نہ کیا تو اللہ) کو اس کی پرواہ نہیں وہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

آیت سے معلوم ہوا کہ قدرت و استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا عملِ کفر کے مترادف ہے اور اس کے مرتکب سے باری تعالیٰ نے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو استطاعت کے باوجود مذکورہ فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں غور کریں کہ خدا کی بیزاری سے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں اور ایمان پر خاتمہ کے امکانات کس حد تک باقی رہتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من ملک زاد او راحلۃ تبلّغہ الیٰ بیت اللّٰہ ولم یحجّ فلاَ علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا" ۳؎

"وہ شخص جو زادِ راہ رکھتا ہو اور اسے ایسی سواری میسر ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچا دے

پھر بھی حج نہ کرے تو اس کے لئے کوئی بعید نہیں ہے وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔''

مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان پر خاتمہ یقینی نہیں ہے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ مرتے وقت وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''من لم یمنعه من الحجّ حاجّة ظاهرة اور سلطان جابر اور مرض خابس فمات ولم یحج فلیمت ان شآء یهودیا و ان شآء نصرانیا'' [۴]

''وہ شخص جسے کوئی شدید ضرورت یا ظالم بادشاہ یا معذور کن بیماری حج سے باز نہ رکھے اور اس کے باوجود حج نہ کرے تو خواہ وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر (یعنی اسلام سے بہر حال دور ہوگیا)''

قرآن کریم اوراحادیث سے حج کی اہمیت اس حد تک ظاہر ہونے کے باوجود کیا وہ لوگ صحیح معنی میں اہل ایمان کہے جانے کے مستحق ہیں جو ہر قسم کے وسائل رکھتے ہوئے مذکورہ فرض ادا نہیں کرتے۔

آدابِ حج:

فریضہ حج کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ اسے ادا کیا جائے۔ دل میں جذبۂ ریا ونمود نہ پیدا ہونے پائے کیوں کہ خلوص نیت ہی پرتمام عبادتوں کی قبولیت کا مدار ہے۔ چوں کہ یہ ایک اجتماعی عبادت ہے اور جب مختلف عادات و اطوار والے یکجا ہوتے ہیں تو آپس میں لڑائی جھگڑے کا امکان پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس بات کی تاکید کردی گئی کہ حج کے موقع پر ہر قسم کے جھگڑوں سے پوری احتیاط کی جائے اورآپس میں بدزبانی یا گالی گلوج کی نوبت نہ آنے پائے۔''فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج'' [۵] ''حج میں شہوانی افعال، فسق و فجور، لڑائی جھگڑے کی (قطعاً) گنجائش نہیں'' یعنی یہ باتیں حج کے زمانے میں خصوصیت کے ساتھ ممنوع ہیں بلکہ اس موقع پرتو اپنے تمام اوقات خدا کی یاد میں صرف کرنا چاہئے۔ لبّیک اللّٰھم لبّیک کی صداؤں میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ انسان گھڑی بھرکے لئے بھی خدا کی یاد سے غافل ہو۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ'' [۶] ''اور (حج کے موقع پر) خدا کو یاد کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں تعلیم دی ہے (خدا کی ان ہدایات کے بعد ہی تم صحیح طریقے سے حج

کرنے کے لائق ہوئے) ورنہ اس سے پہلے تو تم گمراہ تھے۔"

ایام جاہلیت میں لوگ حج کی ادائیگی کے بعد اپنے اجتماع کو لہوولعب کا رنگ دیتے تھے اور ہرقبیلہ اپنے آباء واجداد کی خوبیاں بیان کرکے دوسرے قبیلوں پر اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہتا تھا۔ شریعت نے ان تمام خرافات کا سدباب کردیا اور اس بات کی تعلیم دی کہ ارکانِ حج کی ادائیگی سے مکمل فراغت کے بعد بھی خدا کی یاد میں فرق نہ آنے پائے۔"فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَائَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "۷ "پھر جب تم حج کے مناسک ادا کرچکو تو اب جس طرح تم اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے تھے اس کے بجائے اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اللہ کے ذکر میں اس سے بڑھ کر حصہ لو۔"

حج سے فراغت کے بعد اہل عرب محض نام ونمود کے لئے بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس مسرفانہ فعل سے بھی منع کردیا اور اعتدال کی تعلیم دی " وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَاتُسْرِفُوا إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ "۸ "کھاؤ پیو (ضرور) لیکن فضول خرچی نہ کرو، یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو (بالکل) پسند نہیں کرتا۔"

حج کے بعض فائدے

فریضۂ حج سے انسان کو خدا کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عملی تربیت نصیب ہوتی ہے اور تن پروری وتن آسانی سے کنارہ کشی کا مؤثر سبق ملتا ہے۔

سفر حج کے سفر آخرت اور وہاں کی مشقتوں کا ایک خاکہ نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے اور احرام کا کفن، عرفات ومنیٰ میں قیام، لبّیک اللّٰھم لبّیک کی صدائیں میدان محشر کی یاد دلاتی ہیں۔ مذکورہ فریضہ نہ صرف یہ کہ شخصی اور انفرادی زندگی پر اپنے گہرے نقوش چھوڑتا ہے بلکہ اس سے بیشمار اجتماعی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اقطارِ عالم کے مسلمان صرف خدا کی عبادت کے لئے مرکز توحید میں جمع ہوتے ہیں اور اس طرح ان میں باہمی اتحاد ویکجہتی کی ایک پاکیزہ لہر دوڑ جاتی ہے۔ خدا اور رسولؐ کی محبت کی برکت سے رنگ ونسل، زبان اور وطن کے تمام امتیازات اور تعصّبات ختم ہوجاتے ہیں۔

حج کے عالمی اجتماع کو جمعہ وعیدین اور نماز کے لئے روزانہ کے محدود اجتماعات کی تکمیل سے

تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ محدود اجتماعات سے صرف محدود پیمانہ پر اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ ہوسکتا ہے، لیکن حج کے موقع پر عالمی اتحاد و یکجہتی اور مساوات کے مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے "لیشہدوا منافع لھم" (یعنی آپ حج کا حکم دیں) تا کہ لوگ خود آ کر مشاہدہ کرلیں کہ حج میں ان کے لئے کس قدر (روحانی اور مادی) فائدے ہیں۔

حوالے:

۱۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۶۵

۲۔سورۂ آل عمران،آیت ۹۷

۳۔ترمذی، مشکوٰۃ، کتاب المناسک

۴۔دارمی، مشکوٰۃ کتاب المناسک

۵۔ سورۂ بقرہ ، آیت۱۹۶

۶۔سورۂ بقرہ ،آیت ۱۹۸

۷۔سورۂ بقرہ ، آیت ۲۰۰

۸۔سورۂ اعراف،آیت ۳۱